بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتاہوں اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان ، نہایت رحم کرنے والا ہے

نام میں کیا رکھا ہے

عذرا مغل

زربفت پبلی کیشنز لاہور
تھرڈ فلور میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
03034060515 - 03016360741
zarbaftpublications@gmail.com

''اور تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''

تزئین و اہتمام: عمران شناور
قانونی مشاورت: میاں محمد اکرام خاں لکھویرا (شہر فرید)
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، بہاول پور

جملہ حقوق بحق شاعرہ محفوظ ہیں

نام کتاب : نام میں کیا رکھا ہے
نام شاعرہ : عذرا مغل
اشاعت : اپریل ۲۰۲۳ء
کمپوزنگ : زربفت کمپوزر
سرورق : لائبہ عمران
قیمت : ۱۰۰۰ روپے
بیرون ملک : ۱۰ ڈالر، ۵ پاؤنڈ، ۲۰ ریال

انتساب

دوستوں اور پڑھنے والوں
کے نام

نام میں کیا رکھا ہے؟

سنتے آئے ہیں گلاب کی ساری خوبصورتی اس کے رنگ، خوشبو اور دلکشی میں ہے۔ کتاب کی بھی ساری اہمیت اس کے متن، تحریر، انداز، مواد، مضمون اور مقصد میں ہے۔ اس کتاب کو کیا کہوں کہ ”نام میں کیا رکھا ہے“ کا مقصد بھی کچھ اپنی باتیں آپ تک پہنچانا ہے۔ وہ میٹھی ہوں، کڑوی کسیلی، بوجھل، بے مقصد، بڑبڑاہٹ یا فلسفیانہ، سب شعوری لاشعوری اظہارِ ذات ہے اور یہ سب پڑھتے ہوئے مجھے یقین ہے آپ نے بھی کبھی نہ کبھی، کچھ نہ کچھ، کہیں نہ کہیں اس جیسا ضرور محسوس کیا ہوگا۔ ہم میں سے کچھ سوچتے ہیں اور کچھ ہماری سوچ کو زبان دے دیتے ہیں۔ یہ خیالات کا تبادلہ یوں بھی ہمارے روزمرہ کا حصہ ہی ہے۔ سب ذہن کی کسی نہ کسی سطح پر کچھ سوچ رہا ہے کبھی سنا ہوا دہرا دیتا ہے کبھی کوئی نئی بات کہہ کے دہراؤ کے لیے پیش کر دیتا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے اتنا کچھ منظر عام پر آ چکا ہے کہ سب دہراؤ ہی ہے۔ سوائے ان نئے موضوعات کے جو آج کل ہمارے معمولات کا حصہ ہیں۔ اگرچہ یہ بھی کبھی نہ کبھی کسی صورت ہمارے خوابوں میں وجود رکھتی تھیں۔ کچھ نئے پرانے خوابوں، کچھ حقیقتوں کو اپنے انداز سے برت کر میں نے بھی سامنے رکھا ہے کہ جب ذہن بڑبولا ہو جائے تو یہ سب ناگزیر ہو جاتا ہے۔

دعا گو

عذرا مغل

مارچ ۲۰۲۳ء

فہرست

حمد		۱۳
ہدیۂ نعت		۱۶
درد کی تفسیریں		۱۸
قابل یقین سچ	اشعار	۱۹
میرے خدا میری مدد کو آ		۲۱
نیا سال	اشعار	۲۵
ہم بوڑھے ہیں	شعر	۲۷
مجھے جنگ میں نہ گھسیٹو		۳۰
جنگ میرا مزاج نہیں	اشعار	۳۱
جانِ شکستہ	شعر	۳۲
غم اگر بے پایاں ہے تو	شعر	۳۳
زندگی کو بسر کریں		۳۴
گم شدہ کی تلاش		۳۵
مرتے ہیں		۳۶

آؤ ہنسیں		۳۷
حقیقت بدل گئی	شعر	۳۹
احساسِ زیاں کے بعد	اشعار	۴۰
واہگہ باڈر پر		۴۱
دلاسہ	شعر	۴۲
جگالی	اشعار	۴۳
گہری خاموشی	اشعار	۴۵
ملاقات		۴۷
خود آگہی کی سرشاری	شعر	۴۸
’’چھوٹے چائے لاؤ‘‘	شعر	۴۹
دکھ اور سکھ	شعر	۵۰
میں	شعر	۵۱
میری نیند کی قسم		۵۳
خام خیالی		۵۴
تدبیر نہیں ہونے والی		۵۵
میری مرشد		۵۶
تہوار		۵۷
بھاگ دوڑ		۵۸
کھل جا سم سم		۵۹
ایک عبادت		۶۰

○ سوچ کی تھکن		۶۱
○ تھکاوٹ	اشعار	۶۲
○ میں کچھ نہیں ہوں		۶۳
○ نیند کچھ دور ہے		۶۴
○ آسانی ہی آسانی ہے	اشعار	۶۵
○ شہر پرکار		۶۷
○ ہنسی کی دھن		۶۸
○ معصوم سا دل	اشعار	۶۹
○ جوار بھاٹا		۷۰
○ پیامِ بہار	اشعار	۷۱
○ پگلا من	اشعار	۷۳
○ جشن	شعر	۷۵
○ زندگی	اشعار	۷۸
○ اُنسیت	اشعار	۷۹
○ اک اجنبی نظر	اشعار	۸۱
○ دور کسی منظر سے	اشعار	۸۳
○ جن سے دکھ وابستہ ہیں	شعر	۸۴
○ شعور کے دریچے سے	اشعار	۸۵
○ ہنسنے کا مطلب		۸۷
○ اَن دیکھے کی تمنا		۸۸

○ سکتہ	اشعار	۸۹
○ سرخوشی لامحدود ہے		۹۱
○ شکست خوردہ	اشعار	۹۳
○ پچھلے جنم میں	اشعار	۹۵
○ اجنبی اجنبی	اشعار	۹۷
○ بارش		۹۸
○ Blessings	اشعار	۹۹
○ زمان و مکان		۱۰۳
○ ماں		۱۰۵
○ بگ بینگ		۱۰۶
○ باقی سب کچھ فانی ہے		۱۰۷
○ زندگی یا موت		۱۱۱
○ بے انت فلسفہ	شعر	۱۱۲
○ اک کوہِ گراں ہے	شعر	۱۱۳
○ روح کھل اٹھی	شعر	۱۱۴
○ کائنات کے تناظر میں		۱۱۵
○ بے وقعت		۱۱۶
○ کبھی کبھی		۱۱۷
○ زندگی اب بھی خوبصورت ہے		۱۱۹
○ وقت ہے روٹھا ہوا	اشعار	۱۲۰

کچی مٹی کا آنگن		۱۲۱
جنگ	اشعار	۱۲۲
سانحہ	اشعار	۱۲۳
چیتھڑے	اشعار	۱۲۵
بسکتی وجود		۱۲۶
ناسٹیلجیا	اشعار	۱۲۷
عام انسان	اشعار	۱۲۹
کچھ وقت ٹھہر	اشعار	۱۳۱
بائیوگرافی	شعر	۱۳۲
سورج	اشعار	۱۳۳
سکھ کی کشتی		۱۳۵
ہم معصوم لوگ ہیں	اشعار	۱۳۷
میری باتوں پہ نہ جانا	شعر	۱۳۹
بات صدیوں کی ہے	اشعار	۱۴۰
سرد موسم		۱۴۱
آتش دان	شعر	۱۴۲
میرا کینوس	شعر	۱۴۳
اتنی سردی ہے	شعر	۱۴۴
جینئس اور پاگل پن کے بیچ	اشعار	۱۴۵
نروان کا حصول		۱۴۷

سراب		۱۴۸
دل کیا چاہتا ہے		۱۴۹
نئی صبح		۱۵۱
یاد نہیں	شعر	۱۵۴
عمر کے دوراہے پر	اشعار	۱۵۵
بلیک اینڈ وائٹ		۱۵۷
میرا اندر اُداس ہے		۱۵۸
مرا آئینہ		۱۵۹
دکھ		۱۶۰

حمد

لفظ اس کو بیاں کر پائیں گے کیا؟
جس کی حمد پوری کائنات
بیاں کرنے سے عاجز ہے
اللہ اللہ سبحان اللہ!
مجھ عاجز کی تسبیح بھی قبول فرما
میرے عظیم الشان رب
تیرے حضور میری گنگ خاموش ہی
میری تسبیح ہے
قبول کر لے میری عاجزی
قبول کر لے میری بندگی
اے بندوں کے رب !
اے پرندوں کے رب!

اے کیڑوں مکوڑوں کے رب!
اے سبزے کے رب!
اے سوکھے کے رب!
اے مٹی کے رب!
اے پانی کے رب!
اے دریاؤں کے رب!
اے سمندر کے رب!
اے پہاڑوں کے رب!
اے پاتالوں کے رب!
اے زمین کے رب!
اے آسمانوں کے رب!
اے پیغمبروں کے رب!
اے اولیاء کے رب!
اے معلوم کے رب!
اے نامعلوم کے رب!
اے سب کے رب!
اے خلق کے رب!
اے خالق دو جہاں

اے خالق سب جہاں
میری بندگی ترے حضور
لب بستہ
دست بستہ
پا بستہ و جاں بستہ ہے
مجھے اپنی بندگی کی سعادت دے
میری بندگی کی عزت افزائی کر دے
مجھے اپنی بندگی میں قبول کر لے
میری بندگی کو
میری عاجزی کو
میری محبت کو قبول کر لے
میرے دل کو اپنی قبولیت کا
احساس اور اطمینان بخش دے
مجھے اپنے حضور
بندگی کی آبرو بخش دے
مجھے حضوری کی سروری سے آشنا کر
مجھے زندگی کی خوبخش دے

ہدیۂ نعت

جھوٹ کے سماج میں وہ صادق بالیقیں
بے ایمانی کے رواج میں وہ امانت کا امیں
جس کے چہرے پہ تھی نبوت کی ضیا
ماہ کامل سے روشن تر تھی جس کی جبیں
والیل جس کی زلف، جس کے پیچ و خم میں تھی
اک نرم سی فردوسی مہک اک ادائے دلنشیں
اس جبیں پہ عرق بھی موتی سا آبدار تھا
اس چہرے کی چمک سے چاند بھی ہوتا تھا شرمگیں
اس ہتھیلی کی نرمی ریشم و دیبا کا لمس
اس مصافحے کو ترستے تھے اصحاب صفہ و یقیں
والشّمس والضحیٰ کہہ کر جسے پکارا گیا
کبھی بلایا پیار سے حم مزمل طٰہٰ اور یٰسیں

رمز خدا کا آشنا ملنا چاہے اس سے خود خدا
وہ مہمان خاص جس کا میزبان تھا رب العالمین
زمان و مکاں کی قید سے رہا وہ لمحہ ہوا
عجب سا فاصلہ تھا درمیاں جیسے قاب قوسین
محمد نام تھا سراہا ہوا مصطفیٰ سراپا تھا پاک پاکیزہ
احمد مجتبیٰ چاہنے والا اور چاہا گیا وہ محبوب رب العالمین
وہ امت کے لیے شافع محشر روز جزا
او رجہانِ ابتلاء میں سراپا رحمت اللعالمین
یہ میری جاں نثار پیش ہے ہدیۂ درود نعت
سلام علی الحبیب سلام علی محمد نبی الآخرین

درد کی تفسیریں

بکھری ہوئی، مرجھائی ہوئی، کمھلائی ہوئی
صورت گری خود سے ہی اکتائی ہوئی
جیسے سورج چلتے چلتے تھک گیا ہو
دن نکلتے نکلتے بجھ گیا ہو
قافلہ یہ روانی کا کسی پڑاؤ پہ رک گیا ہو
اور رات کو نیند کے ماتوں کو
کوئی عفریت سوتے میں پتھر کر گیا ہو
اور اک آثار قدیمہ کی طرح
پتھر کی سب صورتیں
اپنی اپنی نمائش گاہ میں سجی رہیں
جیسے زبانِ حال سے
درد کی تفسیریں بنی ہوئیں

قابل یقین سچ

تمھیں کیسے یقیں آیا
اتنی ساری فضول باتوں کا
جس میں کچھ سچ ہیں
اور ڈھیروں جھوٹ ......
تاریخ
کچھ بھی کہہ دے کسے معلوم
سچ کہاں اور کتنا تھا ...... کیسا تھا؟
سائنس بیشتر
پہلے پہل مفروضوں پہ چلتی ہے
بعد ازاں ہی ثابت ہوتی ہے
مذہب سے منحرف بھی بہت سے پائے جاتے ہیں
ابتدا کے بارے میں بھی

بہت سی من گھڑت کہانیاں ہیں
انتہا کا خوف بھی بے شمار چہرے رکھتا ہے
بس اک قابل یقین سچ ہے
تو محض اتنا کہ
زندہ ہو ...... موت بھی یقینی ہے
بس یہی نا قابل تردید حقیقت ہے
اور باقی سب اسی کے شاخسانے ہیں
ڈھیروں ڈھیر فسانے ہیں
یقیناً کچھ سچ بھی ہوں گے
مگر سب سچ ہو ......
یہ ناممکن ہے !

ترک تمنا کر بیٹھے ہوں جو دیوانے
ان کے دل کی وہ جانیں یا رب جانے

......

فرد جرم عائد ہوئی ہے مجھ پہ پھر
کہ مجھ سے دنیا کا دستور نبھایا نہ گیا

میرے خدا میری مدد کو آ

دل پریشان ہے سہما ہوا
غم کا طوفان ہے ٹھہرا ہوا
میرے خدا میری مدد کو آ
مدد کو آ ......
بے کسی کی سن لے صدا
میرے خدا میری مدد کو آ
میرے خدا بگڑی کو بنا
میری سن لے صدا
مجھ غمگین کی مدد کو آ
مجھ مسکین کی مدد کو آ
دشمن ہے سارا جہاں
دوست بھی ہے دشمن کھلا

اور دشمنوں کی تو بات کیا
حاسدوں سے بچا
نظر بد سے بچا
نیتوں کے شر سے بچا
میرے خدا میری مدد کو آ
برائے محمد مصطفیٰ
اور پنجتن کے نام پر
سہل کر دے مجھ پہ ذرا
زندگی کے معاملات تو
یہ بے چارگی کے دن تو
میری مدد کو آ
اے رب کعبہ ...... اے رب مصطفیٰ
تجھ کو حسنین کا واسطہ
چادر زہرا کی قسم
علی مرتضیٰ کا واسطہ
انبیاء کی قسم
اصحاب نبی کا واسطہ
اولیاء باصفا پاک روح کی قسم

خدائی کا واسطہ
مجھ پہ رحم فرما
میری مدد کو آ
میرے خدا میری مدد کو آ
مجھ پہ آسان ہوں
میرے معاملات سب
دین و دنیا رہے سب درست
اے خالقِ کل
ہو مہربان سب
چرند و پرند، جن و ملک
کائنات سب انسان سب
مجھ پہ ہو سایہ فگن
رحمتوں کا بے کراں سلسلہ
تیرا خصوصی کرم
میرے خدا میری مدد کو آ
کر دے آسان سب مشکلیں
بخش دے راحتیں، عشرتیں
میرے آباد ہوں دونوں جہاں

تری رحمتوں سے سدا
میرے مالک میرے خدا
مجھ کو حاصل رہیں تری قربتیں
مجھ پہ سایہ کریں تیری رحمتیں
میری مدد فرما
میرے خدا میری مدد کو آ
لے کے اپنی رحمتوں کا سلسلہ
تجھ کو رحمان اور رحیم ہونے کا واسطہ
مجھ پہ نظر کرم
میرے مشکل کشا
میرے آسان سب کام ہوں
دل سے دکھ سب دور ہوں
منگتوں کو دے دے اب
اپنے سارے کرم اور عطا
میرے خدا میری مدد کو آ

نیا سال

اس منظر کی تصویر کشی کرتی رہیں
دلنشیں آنکھیں
اور
مری تصویر بناتا رہا نیا سورج
سارا ہی دن،
اور ڈھلتے سمے
جب میری آنکھ کھلی
مسکرانے لگا
سرسبز پیڑوں سے جھلکتا
کرنوں کی لہروں پہ مچلتا
قوس قزح کے ہالے میں
دلکشی کا شہکار بنا

آسماں بھی گلابی ردا اوڑھے ہوئے
نیا دن، نیا سال
مبارکبادی کی امنگ بھری نوید بن آیا
اور میرا کیسری پیرہن بھی
انگوری پھولوں سے جوں بھر سا گیا
رنگ کھیل رہے تھے اپنا کھیل
مجھے شوق سے چھو کر
نیا سال مبارک

دھوپ چھاؤں کا عالم تھا برسات بھی تھی
ایک رنجش کہ پسِ در ملاقات بھی تھی

......

ہر چہرے پہ پس منظر لکھا ہوتا ہے
دکھ سکھ کی تحریریں رقم ہوتی ہیں

......

بتاؤ اب ہم کون سا کاروبار کریں
دن کو روئیں یا رات کو بے کار کریں

ہم بوڑھے ہیں

ہم بوڑھے ہیں
نیم غنودہ ہیں
آہستہ سے جگا کر
نرم پکی ہوئی کھچڑی
ہمارے سامنے رکھ دو

ہم بوڑھے ہیں
کچھ کمزور ہیں
ضرورت کے لیے سہارا دو
اگر کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دو

ہم بوڑھے ہیں
خود سے بھی بے نیاز

مگر کبھی کبھار ہمیں
کھلونوں کی طرح سجا کر
خوبصورتی سے آشکار کر دو

ہم بوڑھے ہیں
امراض جملہ
کہنہ و دیرینہ میں مبتلا
وقت پہ دوا دے کر
ہمیں بھی خوش باش کر دو

ہم بوڑھے ہیں
کہیں جانے آنے سے گریزاں
کبھی کبھار ہمیں لے چلو مگر
اور کبھی کبھار ہمارے پرانے دوستوں سے
ملنے کا اہتمام کر دو
اور جو زندہ رہ گئے ہیں
خیر خبر دریافت کر دو

ہم بوڑھے ہیں

خواہشوں سے عاری
رب سے لو لگائے ہوئے
مگر اپنی آرزوئیں کبھی کبھار
ہمارے لیے بھی پوری کر دو

ہم بوڑھے ہیں
مگر ابھی زندہ ہیں
ہمارے بغیر دانتوں والے منہ
اکثر ہنستے ہوئے نظر آئیں
زندگی کو کچھ اس طرح
ہمارے لیے خوشگوار کر دو

میرے خواب جو پورے ہوئے
وہ نہیں تھے جو دیکھے گئے

مجھے جنگ میں نہ گھسیٹو

یہ دنیا جنگجو لوگوں کے مشاغل سے بھری ہوئی ہے
مجھے بھی لڑنے پہ مجبور کیا جاتا رہا
کھینچا گیا
گھسیٹا گیا
مدافعت کی جنگ لڑتے لڑتے
جھنجھلا کر کبھی زور چل بھی گیا
میری مدافعتی جنگ بھی
جیت کے قوی امکان رکھتی تھی
مگر

میرے ہاتھ ہمیشہ بندھے رہے
اور معافی کے طلبگار رہے
خدارا! مجھے جنگ میں نہ گھسیٹو

جنگ میرا مزاج نہیں

میں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں
اور جنگ کا شعبہ
دشمنوں کے حوالے کر دیا ہے
کہ جنگ میرا مزاج نہیں
امن میری اتم آرزو ہے

چند ایک ناخداؤں کو چھوڑ کر
ساری کشتی بھنور میں ہے

......

وہ دنیا پہ مجھ کو مسکراتا دیکھتے ہیں
اور تلخ ہو کے بھی یہ سہہ نہیں پاتے

جان شکستہ

میں کیا کروں؟
زمانے سے لڑ سکتی ہوں
ترے آگے مرے ہتھیار
سب کند ہو جاتے ہیں
اور تو ......
مرے سر کا سودا لیے من میں
پھر شست پہ مری
جان شکستہ کو رکھ لیتا ہے

سو سال بعد یہ دنیا نئ ہوگی
نہ تو نہ میں نہ یہ دل لگی ہوگی

غم اگر بے پایاں ہے تو

کچھ سرا ملے تو دریافت کریں
کہ مقصد کیا ہو سکتا ہے
اس سارے گورکھ دھندے کا
خوشی اگر ہے تو
کس بات پہ ہوتی ہے
غم اگر بے پایاں ہے تو
نوٹنکی سا کیوں لگتا ہے
یہ سارا کھیل تماشا اگر بامعنی ہے تو
اکثر بے مایہ سا کیوں لگتا ہے

خود نمائی کا جنہیں شوق تھا سنور کر نکلے
ہم سے آشفتہ مزاج ہر حال میں بکھر کر نکلے

زندگی کو بسر کریں

آرزو ہے
نہ جانے کیا؟
جان پڑے تو
پوری بھی کریں
بے چینی ہے
کیسی کیوں
دل کو سمجھیں تو چارہ بھی کریں
جب نہ سمجھیں خود کو ہی
کوئی اور کیا مسئلہ حل کریں
حیراں ہیں، پریشاں ہیں
ایسے عالم میں
کیا زندگی کو بسر کریں ؟

گم شدہ کی تلاش

گم شدہ کی تلاش ہے
وہ جو مری کھوئی ہوئی آس ہے
کہاں ہے ......؟
کہاں ہے وہ زندگی ......وہ خوشی ......
اک عالم ناسپاس ہے
اک بے چارگی کی پیاس ہے
جو چیخ رہی ہے مرے سامنے کہیں
اور میں ......اک سیلاب گریہ کو روکے ہوئے
اپنے حال سے گریزاں
مسکراہٹ سے سازباز میں مصروف ہوں
اور زندگی سازشی رنگ میں
مجھ سے اپنی مرضی کا سلوک کر رہی ہے

مرتے ہیں

شربتی سی آنکھیں ہیں
ان کی دلکشی پہ مرتے ہیں

جھوٹ موٹ کا کھیل نہیں
ہر بار دلجمعی سے مرتے ہیں

ذہانت کا تو کوئی مول نہیں
ہم جو سادگی پہ مرتے ہیں

سادہ سے لوگ ہیں میرے
بڑی سادگی سے مرتے ہیں

آؤ ہنسیں

میں اس وقت
پرفضا موسم کی چاہ میں ہوں
خوبصورت نظاروں کی شدید آرزو میں مبتلا
مگر چار دیواروں میں
گھرا مرا کمرہ
برسات سے پہلے حبس کی بوجھل سی
اُمس، بے خوابی اور مری تھکاوٹ سے بے پرواہ
ایک ہی پھیلا بکھرا منظر لیے
میرے چاروں طرف
ہونقوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑا ہے
ہاہاہا......
ہنس دیا ہے پاگل!

اس وقت میں ہوا میں
پرندے کی طرح پر پھیلا کر
ہلکورے لیتی ہوئی
اڑان کا لطف اٹھانا چاہتی ہوں
سب پرندے اڑ رہے ہیں
کمرے میں میرے پر باندھ کر جیسے
محصور کر رکھا ہے ......
کس نے
نہیں معلوم
شاید میں نے ہی
اب پھر دوبارہ ہنسو
ذرا
مرے کمرے کی تنہائی کی طرح
تمہاری ہنسی بھی دلکش ہے
ہاہاہا......
آؤ ہنسیں پھر!

حقیقت بدل گئی

خوشی کل بھی تھی ......خوشی آج بھی ہے
طبیعت بدل گئی
غم کل بھی تھا ......غم آج بھی ہے
حقیقت بدل گئی
بے بسی کل بھی تھی......بے بسی آج بھی ہے
نوعیت بدل گئی
شہرذات کے رستوں میں
بھول بھلیوں کا سفر
منزل کی طلب کل بھی تھی ......آج بھی ہے
رمزیت بدل گئی ......

سو سال بعد یہ دنیا نئے چہروں سے آباد ہوگی
ہم کہاں تھے کسی کو ہماری یاد ہوگی

احساسِ زیاں کے بعد

آہ!
خاموشی ہے بس اک آہ کے بعد
بوجھ ہے
احساس زیاں کے بعد
لپیٹ رکھا ہے
خود کو، بے پناہ کے بعد!

دیکھ لینا ہمارے شہر کو سوگوار
بہت ہی ہوگا اک دن ہمارے بعد

......

تم سے گفتگو کریں یا خاطر مدارت
جو بھی ہو، آنے سے پہلے بتا دینا

واہگہ باڈر پر

واہگہ بارڈر پر
کوریوگرافر کون ہے؟
ہندوستانی کہ پاکستانی
ایک سے اسٹیپ
ایک سی پریڈ ......ایک ہی انداز
ایک سی گھوریاں ......دھمکیاں...... دھونس
ہم آہنگی کا ایسا امتزاج
جوش و جذبہ ایک طرف
ہنسایا بہت ...... دشمنوں نے
ہر دو طرف کے جوانوں نے
پرچم اتارنے کی
پروقار تقریب میں

دلاسہ

جب سے مستقبل سے بے خبر اور بے پرواہ تھی
کھیل ہی میری ساری مصروفیت
خوشی، ہنسی اور تسکین کا سامان تھا
آج کا دن میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ...... کہ ......
یا میری سوچ کی اتنی بساط نہ تھی
کہ بڑھاپے کی فلاسفی میری سمجھ میں آ سکتی
اگر ان دنوں میں وقت کی وحشت جان سکتی تو
اپنی بوڑھی نانی کے گلے لگ کر
اسے دلاسہ ضرور دیتی!!

کسی بوڑھی روح سے جب ملوں گی
مامتا کی تصویر بن کے ملوں گی

جگالی

شہر خوش نما کی شامیں
ٹھٹھرتے موسم کی دھند
آتش دان کی گرم حدت سے بھری
کافی،
ڈرائیڈ فروٹ،
گرم مونگ پھلی ،
میری ہنسی کے پاپ کارن
اور ترے قہقہوں کی زندہ دلی
اور نرم گرم حدت کے پہلو میں
چلو سب بظاہر نظر انداز کر کے
انٹیلیکچوئلزم کی پچ، پکڑ لیتے ہیں
حسب روایت

اور گفتگو کو طول دیتے ہوئے
غربت کی زبوں حالی
اور سرد موسم میں ٹھٹھرتی کسمپرسی کے
فلسفے کی جگالی کرتے ہیں
ایک دوسرے کو یقین دلانے کے لیے کہ
ہم بہت حساس ہیں!!

میری خاموشی ہی میرا جواب ہے
ہر بات پہ تم سے متفق نہیں ہوں میں
......
منزلیں تو نکلتے سمے طے ہوتی ہیں
راستے میں تو صرف چلا جاتا ہے
......
نفرت کو بھی کہیں پالنا ہے
دل میں جگہ ڈھونڈنی ہے

گہری خاموشی

ایک کُن ہے
آگے پھر گہری خاموشی ہے
گہری خاموشی اتنی طویل
کہ صدیاں گم سم ہیں
اور خیال مسلسل مصروف گفتگو ہے
لایعنی، بے معنی یا بامعنی......
وہم گمان سراب حقیقت سے
سوال سو سو جواب لاکھوں ......
موجود ہیں اپنا اپنا نکتہ لے کر
اپنی اپنی بساط جتنے
سوال ہزاروں ...... ہر طرح کے
نوک زباں پہ آ کے پلٹ رہے ہیں

ڈر ہے خامشی بھی بولتے بولتے
گونگی نہ ہو جائے کہیں
اور مورد الزام نہ ٹھہرائی جائے
آخر کب تک
زمیں کی جانب سے خود کلامی ہوگی ؟

بہت دیر ہوئی دل سے ہنس کر نہیں دیکھا
مری جھوٹی ہنسی! تیری خدا خیر کرے

......

عمر کا تقاضا ہے کہ دنیا سے ربط رہے
دل ہے کہ کسی کی مانتا نہیں

......

میری آنکھوں میں مٹھاس ہے رت جگوں کی
کہ جاگتی آنکھیں کچھ خواب بن رہی ہیں

ملاقات

چلو ہو جائے پھر آج چائے پہ ملاقات
پھر اس ملاقات کے بعد اگلی ملاقات

ایسی ملاقاتوں سے کیا حاصل ہوگا
جب ملاقات ہو بس بہر ملاقات

نہ دل ملیں نہ خیال ملے نہ بات بڑھے
جیسے کسی اجنبی کی اجنبی سے ملاقات

چپ چاپ یوں بیٹھ رہے انجان بنے
تم سے تو اچھی تھی تصویر سے ملاقات

جب بھی کھل کے ملے تم سے ہم
ایسا لگا پھر خود سے ہو گئی ملاقات

خود آگہی کی سرشاری

آگہی کے اک نئے زاویے سے
دریافت کے نئے سفر پہ نکلوں
تھک جاؤں ...... پھر چل دوں
اور یہ تھکا دینے والا سفر کبھی نہ ختم ہو
جیسے میرا تجسس جو سدا سے برقرار ہے
اور روز ابد
اک ایسا دن طلوع ہو
کہ خود آگہی کی سرشاری میں
اس سے آنکھ ملا کر بات کروں

یہ کس نے جوڑ دیئے ہیں ٹوٹے آئینے کے ٹکڑے
میرا عکس مکمل کب تھا جو اب ہو جائے گا

''چھوٹے چائے لاؤ''

ٹھنڈی یخ بستہ ہوا
بدن کو چیر رہی ہے
اور وہ نامکمل کپڑوں والا بچہ
ہوا کو چیرتا
دوڑتا بھاگتا پھر رہا ہے
منہ سے اور کپ سے بھاپ اڑاتا
ہر آواز کی سمت
''چھوٹے چائے لاؤ''

کچھ نہیں کرنے کو کچھ تو مشورہ دو
اس فرصت کو نپٹانے کو کیا کام کریں

دکھ اور سکھ

دکھ اور سکھ کو میزان میں رکھو
دیکھو کس کا پلڑا بھاری ہے
سکھ کا ......!
پھر کیا مسئلہ ہے؟
میں نے خود کو چپت لگائی
اور خوش رہنے کا مشورہ دیا
مان لے یہ دل تو
مہربانی ہے اس کی !

تم خواب بہت دکھاتے ہو
میرے دل کتنے اچھے ہو

میں

جانوروں سے محبت
انسانوں سے دوستی
بچوں سے عشق
بوڑھوں سے عقیدت
یہی ہے میرا نظریۂ حیات
فطرت سے محبت مجھے طاقت سے لبریز کر دیتی ہے
میں گھنٹوں پتیوں کی بناوٹ پہ غور کرتے گزار سکتی ہوں
اور دن بھر جانوروں کی عادات حرکات اور
نفسیات کا مشاہدہ کرتے
سرشاری کے مختلف تجربات سے گزر سکتی ہوں
اور بچے......
میرا بچہ من ہر لمحہ ان کے ساتھ

اچھلنے کودنے کھیلنے کے لیے آمادہ رہتا ہے
ہر وہ کھیل جو ہمیں خود میں مگن کر لے
یا ہنسی اور خوشی سے لبریز کر دے
اور بوڑھے ......
بوڑھے لوگ تو جیسے میری اولاد ہیں
میں ماں ہوں
سارے بوڑھوں کی
نوجوان مجھے ''آنٹی'' کہہ سکتے ہیں
اگرچہ میں ان کی بھی ماں سی (ماسی) ہی ہوں
اور یہ بھی سچ ہے
مرا آئینہ
جب بھی مجھ سے کلام کرتا ہے
اک جواں دل جیسے، جواں دل سے بات کرتا ہے

بہت مہارت سے کھیلی ہے اس نے چال
میرے لبوں پہ رہ گئے سوال ہی سوال

میری نیند کی قسم

خواب میں کچھ تتلیوں سے ناطہ ہے
اور جگنوؤں سے رشتہ ہے ......نیند میں بلاتے ہیں
اور جب میں سو جاؤں ......میری نیند کی قسم دے کر
ستاروں سے اپنی بات منواتے ہیں
جاگنے کے بعد بھی مقدر کے دھنی ستارے
سورج کی طرح دن کو آزماتے ہیں
جس چاند کو نام سے پکاروں
صدیاں اسی سحر میں گزار جاتے ہیں
سب مجھ کو دیکھتے ہیں اور پھر حیرانی سے
تجھ بے وفا کو دیکھتے چلے جاتے ہیں
میں ستارے دیکھ کر ہنس دیتی ہوں
اور وہ افسردگی میں تمام شب بتاتے ہیں!!

خام خیالی

اس شہر کے درختوں کو کبھی غور سے دیکھنا
جس کو بھی میں نے نظر بھر کے دیکھا ہے
اس کی شاخیں میرے نام کے حرف بن کے اُگتی ہیں
اور پھول میرے چہرے کا عکس بن کے کھلتے ہیں
میں نے ذرے ذرے پہ
اپنا آپ یوں ثبت کیا ہے کہ
جہاں میں ہر سمت
ہوا میری دھن پہ رقص کرتی ہے
خام خیالی بھی ہو سکتی ہے یہ اگرچہ......
مگر چند لمحے
جو میں کچھ سوچ کر ہنس دوں
تو ......تمہیں برا تو نہیں لگے گا، ناں!

تدبیر نہیں ہونے والی

اس خواب کی تعبیر نہیں ہونے والی
کبھی اچھی یہ تقدیر نہیں ہونے والی
تم سراپا عجز و محبت بھی ہوجاؤ اگر
کارگر کوئی بھی تدبیر نہیں ہونے والی
وہ آئیں گے اسباب سر و سامانی لے کر
یہ خوشی تیری ہمہ گیر نہیں ہونے والی
چشم تر کو یقیں آ کر نہیں دیتا
کوئی بات اب دل گیر نہیں ہونے والی
صبر آ ہی گیا دل کو روتے روتے
کوئی آہ اب پرتاثیر نہیں ہونے والی
کھل جائیں گے عقدے تری چاہت کے
یہ مرے پاؤں کی زنجیر نہیں ہونے والی

میری مرشد

میری مرشد
میری روح مجھ سے کہتی ہے
بہت کچھ ......
جو قابلِ تعزیر بھی ہے
قابلِ تقلید بھی ہے
قابلِ تنقید بھی ہے
قابلِ تعریف بھی ہے
میرا دل مرید ادھورا ہے
آدھی مانتا ہے
آدھی رد کر دیتا ہے
مرضی ہے اس کی اپنی بھی
اس لیے تو روح راضی نہیں رہتی

تہوار

نہ مجھے پرخاش ہے نہ دوستی
کوئی بھی تہوار ہو یا خوشی
جنہیں فراغت ہو جی بھر کے منا لیں
اور جو مصروفِ خود آگہی ہیں میری طرح
وہ ہر دن کی طرح
اس دن کو بھی ضائع ہی سمجھیں
خوشیاں منانا، اگرچہ اچھا ہی ہوتا ہے
چاہے دنیا کے کسی کونے سے بھی
آپ کو کوئی خوشی کا دن مل جاتا ہے
Lets Enjoy
کہ غم تو روز ہی کسی نہ کسی رنگ میں
اژدھا بنا، رستے میں کھڑا ہوتا ہے

بھاگ دوڑ

پہاڑ پھر سر کرنا ہے مسائل کا
زندگی جیسے
اونچی نیچی ناہموار پگڈنڈیوں کا سفر ہے
ہموار رہگزر......
سرسبز و شاداب وادیاں
گھڑی بھر کا آرام
کسی چھتنار کے سائے ......
جہاں خواب بننے کے سوا
کوئی کام نہ ہو
میسر ہو تو، ہو
ورنہ ذہن تو آرام میں بھی
بھاگ دوڑ میں لگا رہتا ہے

کھل جا سم سم

کھل جا سم سم
میں نے خزانہ رکھا تھا
دریافت کے اس غار میں
ازل سے ابد اور کائنات کے
گم گشتہ رازوں سے بھرا
کھل جا سم سم
ہیلو ......!
ہیلو ...... !
سگنلز میں کچھ مسئلہ ہے کیا
کھل جا سم سم
کون سا اسم بھولا ہے
کھل جا ......کھل جا ......سم سم

ایک عبادت

میں اپنا تعارف بنی ہوئی ہوں
اور یہ بہت دلچسپ ہے
اپنے آپ پہ بات کرنا
یا اپنے نومولود بچے پہ
یا اپنے محبوب پہ
میں اپنے آپ میں محو ہوں
میری اپنی ذات میرا مشغلہ بنی ہوئی ہے
اور یہ یقیناً عبادت سے کم نہیں
ایک عبادت
خودی اور خودداری کے مسجود پر
ایک تخلیق جو اپنے نشے میں ایستادہ ہے
اور اپنے ہی پیروں پہ جھکی ہوئی ہے

سوچ کی تھکن

ابھی بھی سر بوجھل ہے
سوچ کی تھکن سے
ابھی بھی پاؤں شل ہیں
اک بے سمت سفر سے
وقت کا کارواں
کتنی منزلیں طے کر گیا
میں جانے کہاں ہوں؟
کارواں سے بچھڑی ہوئی
یا کارواں سے آگے ......
تذبذب کے لمحے میں
سرگرانی کا نشان ہوں
منزل کے قرب و جوار میں ہوں
اور آپ اپنا حوصلہ ہوں

تھکاوٹ

سر درد سے بوجھل ہے
ابھی آدھے دن کی مسافت باقی ہے
سورج!
تو نہیں تھکتا کیا؟
دھرتی تو اب
تھکی تھکی سی لگنے لگی ہے

راگ راگا راگنی گاتی گوری گائینی
موہنا موہنا، موہ مرے موہنی
......
جلا دینا میری سب تحریریں
ان میں کچھ قابلِ تعزیر بھی ہیں

میں کچھ نہیں ہوں

میں پاگل ہو جاؤں گی
ذہانت کی آخری چوٹی سے پیر پھسل رہا ہے
ہاہاہا......
دوستو!
اگر کوئی یہاں تک آئے
تو یہ میرا جھنڈا چوٹی پہ لگا دینا
کیونکہ یہاں پاؤں جم نہیں پا رہے
جھنڈا کیا جمے گا؟
چاروں طرف پھسلواں ڈھلوان ہے
ہر نظریے کی ، ہر فلسفے کی ، ہر مذہب کی ، ہر رشتے کی
میں ...... میں ...... میں
معاف کرنا ......کچھ نہیں ہوں

نیند کچھ دور ہے

نیند کچھ دور ہے پلکوں سے
کسی بازیافت کا ارادہ بھی نہیں
کہ جیسے صدیاں گزریں
مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں
دل اپنا بھرم سنبھالے ہے یوں
کہ کوئی نام بھی اسے باعثِ آزار نہیں
مگر اک خواب سے پھر ڈرتی ہوں
جاگ کے میں جس قدر بھی
اجنبی ہو جاؤں......
خواب میں تجھے دیکھتی ہوں
......ترے ساتھ چل دیتی ہوں!!

آسانی ہی آسانی ہے

جتنی گزر گئی، جیسی گزر گئی
باقی جو ہے، جتنی بھی ہے، جیسی بھی ہے
خوش رہنے کو ہے !
کام ہے کیا؟
گر خود کو نہ راضی رکھا
خوش ہونے کے سو بہانے ہیں
نہ بھی ہوں تو ،
تم کو، کون سے پہاڑ کھودنے ہیں
کون سے صحرا عبور کرنے ہیں
کون سے دریا پار کرنے ہیں
سونے کا جاگنے کا
آرام دہ ٹھکانا ہے

وقت پہ جو من میں آئے، کھانا ہے
من چاہے، جہاں جانا ہے
جہاں نہ جانا ہو، زور زبردستی نہیں
کیا مشکل ہے؟ کچھ بھی نہیں
کیا آسانی ہے؟
آسانی ہی آسانی ہے!
کوئی دور نہیں ، کوئی پاس نہیں
کوئی امید نہیں، کوئی آس نہیں
آسانی ہی آسانی ہے !!

باد صبا سے کچھ ہماری بھی عرض تھی
گلوں کو چھیڑا تھا کانٹوں کا درد بھی دیکھتی

......

اندر کی باتیں ہیں اندر ہی رہنے دو
پاگل جو کچھ کہتا ہے اسے کہنے دو

شہر پرکار

اس شہر پرکار کے منجھے ہوئے لوگ !
ہم گاؤں سے آئے ہوئے سادہ رو
جو وہ کہتے ہیں ......وہی سچ جانتے ہیں
اگرچہ اک بات کے سو انداز ہوا کرتے ہیں
وہ ستائش کر دیں تو بھلا لگتا ہے
وہ ہنسیں تو ہنس دیتے ہیں
کیا خبر کہ تضحیک کے بھی سو پہلو ہوا کرتے ہیں ......
وہ دل کی بات کریں، ہم جان لٹا دیتے ہیں
پرواہ نہیں کرتے کہ لوگ دل کی بھی ہنستی اڑاتے ہیں !
ان کا اور ہمارا کیا جوڑ بھلا ؟
وہ افلاطونی فہم وفراست والے
ہم تو اپنا نام بتاتے بھی گھبراتے ہیں ......

ہنسی کی دھن

نئ اک طرزِ فغاں ایجاد کی ہے
ہنسی کی دھن میں سسکیاں بھرتی ......
کوئی بھی جان نہ پائے گا
کہ اتنا کیوں ہنستی ہوں؟
ہنستی ہوں اپنے آپ پہ ......
اور ستم ظریفیٔ حالات پہ
دنیا پہ بھی ہنستی ہوں !!
ہنسنے کے اتنے بہانے ہیں دن رات کہ
ہنستی رہتی ہوں ......
ہنستے ہنستے اک دن مر نہ جاؤں
میرے خدا!
کس رنگ میں اب غم کو چھپاؤں؟

معصوم سا دل

کتنا معصوم سا دل ہے پرندوں جیسا
دانہ دنکا چگتا ہے بہل جاتا ہے
اک محبت کی نظر ہو ایک توجہ کا خلوص
دل اک مور سا پر پھیلاتا ہے
اور اپنی ہی دھن میں رقص کیے جاتا ہے

نہ کرنے والی باتیں بھی کر دیں
اک ناکام سی خواہش کے اثر میں
تاروں پہ نوٹنکی کیا کرتے رہے
اک تجھے پانے کی ہوس میں

جوار بھاٹا

اداسی شال بن کے شانوں پہ پڑی ہے
ہونٹوں پہ مفلر کی ہنسی ہے
آدھا چہرہ ڈھک کے سمجھتی ہوں
غم روپوش ہوگیا ہوگا
آنکھیں پونچھتے پونچھتے گیلا ہو گیا جو ......
کیسی سرد ہوا ہے؟
آنکھوں میں گھسی چلی آ رہی ہے
میری انا پسندی پھر ......نت نئے بہانے تراش لیتی ہے
اور اس لپٹے سمٹے جسم میں ......کیسا بکھرا دل ہے
یکسر ٹال دیتی ہے
کس کو گماں بھی نہیں ہوتا
کہ پس جاں کیا جوار بھاٹا ہے

پیامِ بہار

کھلے رہنے دو گھر کے دروازے ......
یہاں کسی اچھی خبر کو آنا ہے
ڈاکیا لے لے چل پڑا ہے
اک طرف صبا بھی موج میں ہے
ایک خط ہے
اور ایک خوشبو بھی
مہک پھیلی ہے کمرے میں
تیرے آنے کی خبر کی
میرا وجدان پیش گوئی بن گیا ہے
ڈاکیا ابھی رستے میں ہے
اور تو بھی خط سے پہلے پہنچنے کی جلدی میں
ڈاکیا سائیکل پہ ہے

اور تو ہوا کے گھوڑے پہ سوار
دروازہ بھی کھلا ہے
اور کھلی کھڑکی سے ہر اَن دیکھا منظر
میں بھی جھانکتی ہوں
لو در پہ دستک بھی ہوئی ہے
دھڑک دھن سے میرا کمرہ بھی بھر گیا ہے
اور جیسے ہر شے ناچ اٹھی ہے ......

دو انتہاؤں کے درمیان میں چلتی ہوں
بیچ کے پل صراط پہ نرمی سے قدم رکھتے ہوئے
......
ہوا کی طرح پانی پہ پیر دھرتی ہوں
دیکھو ذرا کیا کرامتیں میں کرتی ہوں
......
کرامت یہ تھی کہ خاموش رہے
آگہی کے بے درد شور شرابے پر

پگلا من

پاگل پن کو اٹھا رکھا ہے ایک طرف
کسی وقت یہ کھیل بھی کھیلیں گے
ابھی تو دانشوری کا خبط ہے سوار
چہرے پہ شام کے سرمئی پہر کی آزردہ ہنسی
آنکھوں میں بجھتے ستارے کی نیبولائی گھمبیرتا
زلفیں جوں آسمان پہ بکھری بے کرانی
کچھ دھرتی کی حیرانی پہ کھلتی شوخی سی لبوں پہ
رخساروں پہ صحرائی اداسی کا غبار
اک سائے کی شبیہہ
یہ تصویر مکمل ہو جائے، بعد ازاں
اک بے ساختہ ہنسی بھی بھیجیں گے
کائناتی بگ بینگ جیسی ......

معقولات، نامعقولات کے جتنے فلسفے ہیں
تبادلۂ تضادات کریں گے گاہے گاہے
آپ سے اپنے ہی لہجے میں
اوٹ پٹانگ سی بات کریں گے گاہے گاہے
خوب ہنسیں گے گاہے گاہے ...... اور
پاگل پن کا اظہار کریں گے گاہے گاہے

آگہی نے طوفان اٹھایا اندر
بے بسی نے دھواں دبایا اندر

......

مدھ اس قدر بھر رہی ہے مناظر میں
کہ بہتات کا نشہ ظرف سے باہر ہے

......

چپ رہو اب وہ اشارہ کر رہا ہے
مدھ بھری آنکھوں میں مسکان لیے

جشن

میری دونوں آنکھیں بند ہیں
تیسری آنکھ کھلی ہوئی ہے
وقت ٹھہرا ہوا ہے میری نیند کے احترام میں
سوچیں جاگ رہی ہیں ......
تیسری آنکھ مناظر کا سفر طے کر رہی ہے !
دو کانوں کے درمیان
اچانک شور گونجتا ہے
میں اپنی تقدیر کو پکارتی ہوں
آ جا......جشن منائیں !
وہ انگوٹھا دکھا دیتی ہے
میں اسے پانچ انگلیاں دکھا کر بدلہ لیتی ہوں!
اور سوچ کے نت نئے زاویے ترتیب دیتی ہوں

قسمت ہر زاویے میں مس فٹ ہے
میں اسے دیس نکالا دے دیتی ہوں
وہ مجھ پہ ہنستی رہتی ہے ......
میں باسی روٹی کھاتی ہوں
اور دو گھونٹ پانی پی کر سو جاتی ہوں
یہ سوچتے ہوئے کہ
مجھ سے خوش بخت کون؟
جس کا پیٹ بھی بھر گیا اور نیند بھی آ گئی!
تقدیر میرے سکون سے تنگ آ کر جھنجھلانے لگتی ہے
اور میرے جاگنے تک
ایک طویل دستر خوان بچھا دیتی ہے
یہ لو کھاؤ مرو......
اپنی مرضی کا کھانا
سب کچھ سامنے ہے زمین پہ بچھا ہوا
مگر میری نیت بھری ہوئی ہے
میں بس پانی کا ایک ٹھنڈا گھونٹ بھرتی ہوں
اور تازہ ہوا کی سرشاری میں
لمبے لمبے سانس لیتی ہوں

ہوا خوشبودار بھی ہو گئی ہے
لگتا ہے خوشبو اور ہوا سے میری بھوک مٹ جاتی ہے
اور مجھے رنگ فطرت نے اتنا سیراب کر دیا ہے
کہ مجھے کوئی بھوک نہیں رہی
میں جہاں ہوں
وہیں ایک سایۂ عاطفت میں ہوں
جشن تو بنتا ہے ناں!
ہوا، خوشبو، رنگ، روشنی خوبصورتی کے ساتھ لہرانے کا
دور کہیں میری پسندیدہ دھن بھی
ہوا کی لہروں پہ ابھرتی ڈوبتی ہے ......
وہ میری ہنسی کی گنگناہٹ کا ساتھ دے رہی ہے
زمین کتنا ہنستی ہے ناں!
آسماں کس قدر مسکراتا ہے ناں!!

الجھا رکھا ہے خود کو روز و شب کے چکر میں
موسم کے بدلنے میں سالوں کے ہندسے میں

زندگی

زندگی
جن کے نام چاہی تھی
انہی کے نام وقف کی
اب گلہ کیوں ہے؟
حوصلہ تمہارا اپنا تھا
سادگی تمہاری اپنی تھی

رشتوں کے بھیس میں محبتوں کے عفریت
ان خون آشام بلاؤں کی خدا خیر کرے

......

پریشاں کسی اور وجہ سے ہیں
بیاں کچھ اور ہی کر رہے ہیں

اُنسیت

نہیں یہ جھوٹ ہے
بلی کی آنکھیں جھوٹی ہیں
ان میں پیار کیسے چھلکتا ہوگا ؟؟
چڑیا کی چہکار بھی جھوٹی ہے
یہ دانے پانی کا شکریہ نہیں کہہ رہی !
میری آواز پہ گلہری کا رک جانا بھی
اک واہمہ ہے !!
یہ چوہا بھی جھوٹا ہے ......
جو میرا اونی سویٹر کتر گیا ہے
اور اب مجھے پہنے دیکھ کر
حیرانی سے میرے سامنے آ کھڑا ہوا ہے !
کتا بھی یونہی بھونکا تھا

وہ میری توجہ نہیں چاہتا تھا
ان جانداروں کی انسیت جھوٹی ہے ......
وہ مجھے کچھ نہیں کہنا چاہتے
یہ مجھے نہیں جانتے
مگر ......
مجھے کیوں ایسا لگتا ہے
یہ مجھ سے باتیں کرتے ہیں !

گھر میں ہی نہیں اب انبساط میں
ہم تاروں پہ رقص کیا کرتے ہیں
......
زندگی سے محبت اپنی جگہ ہے
اور ہاتھ میں سر اپنی جگہ ہے
......
جو کہا گیا مطلب وہ ہی نہیں تھا
لہجہ اور انداز بھی غور طلب تھا

اک اجنبی نظر

زندگی کی یکسانیت شکار کر لی ہے
اپنی Multidiamensional سوچ سے
کبھی کسی بوڑھی نظر سے دیکھتی ہوں
کبھی بچہ سا من لیے کھیلتی ہوں
کبھی جواں دل کی دھڑکن سی بے ربط
کبھی اک سمت سے دوسری سمت
زمیں پر ناچتی ہوں ......
کبھی پاگل سی ہو رہی ہوں
کبھی دانائی کا عطر کشید کر رہی ہوں
کبھی ہنستے ہنستے رو رہی ہوں
کبھی دامنِ دل کو دھو رہی ہوں
کہیں گریۂ جاں میں ڈوبی

سیلاب سے نبرد آزما ہو رہی ہوں
کبھی پر شوق ہوں اس قدر کہ
کائنات کی بساط پہ دوڑتی ہوں
اور کبھی اک اجنبی نظر سے
یہ سارا جہاں دیکھتی ہوں ......

رفتگاں کی بس یاد ہی رہ گئی
خود تو جیسے کبھی تھے ہی نہیں

......

صحبت یاراں غنیمت ہے جو آج ہے
کیا خبر کل یہ بھی ہو کہ نہ ہو

......

حیرت بھی منظر عام بنی
چھپنے کا نہ امکان رہا

......

پایا ہے موجود اس کو ہر لمحہ اپنے ساتھ ہی
شہ رگ تھی شعور تھا نیند تھی یا خواب تھا

دور کسی منظر سے

وہ کس نے پکارا
ادھورے سے
دور کسی منظر سے ......
جہاں سے مری تصویر
اٹھ کے چلی آئی تھی ......

وہ محبت ہے پناہ ملتی نہیں
وہ رشتہ ہے سکوں دیتا نہیں

......

جو عمر بھر نہ ہوا جیسے اب ہو جائے گا
یہ نیا سال بھلا کیا شعبدے دکھائے گا

جن سے دکھ وابستہ ہیں

جان بوجھ کر ذکر نہیں کرتی
کچھ ایسی باتوں کا
جن سے دکھ وابستہ ہیں
پھر بھی جانے کیوں
لفظ بدل بدل کے
سمجھ نہیں پاتی کب
بات تجھ پہ آ ٹھہرتی ہے
اور مرے لفظ خاصی دیر تلک
گم سم سے رہ جاتے ہیں

چار دیواری اک چھت اور دو در ہیں
کیا خوب کہ یہاں باہر نکلنے کا رستہ بھی ہے

شعور کے دریچے سے

ذہن کی کھڑکی کھولی
اس سمت
جہاں ناآسودہ خواہشیں سو رہی ہیں
مسکرا دیئے کہ
اب کچھ بھی ناممکن نہیں ہے
نہ حاصلات کی پذیرائی
نہ لاحاصلات کا دکھ
کھڑکی کے اس طرف
شعور کے دریچے سے جھانک کے دیکھا تو
کچھ بھی ایسا اہم نہیں تھا
جو اُن سراب لمحوں میں لگ رہا تھا
طمانیت کی سبز سرزمیں کی ہوا

تسکین کے پھولوں سے بھری
سرشاری کی خوشبو سے لدی
سکوں کی نیلگوں جھیلوں میں رواں
دل کی وادیٔ جاں فزاء میں لہرا رہی تھی
اور خوشی کے خوشوں سے سجی اک انگوری فضا
مرے اطراف بے وجہ ہی ترتیب پا چکی تھی

کوئی دعویٰ نہیں محبت ہے
ترے ساتھ کی ضرورت ہے

......

نیند کا ارادہ اب ٹوٹ رہا ہے
خواب سے وعدہ اب ٹوٹ رہا ہے
جاگنے کی صدیاں پکار بن گئی ہیں
آنکھوں کا عہد سادہ ٹوٹ رہا ہے

ہنسنے کا مطلب

ہنسنے کا مطلب یہ نہیں
کہ وہ ہنس ہی رہا ہے
کبھی کبھی روتے ہوئے بھی
بے پناہ ہنستا ہے کوئی
اور کبھی ہنستے ہوئے بھی
رہ جاتی ہے آنکھوں میں نمی
بھول نہ جانا
میری شوخ و شنگ باتوں کے
پس منظر میں رہتی ہے ہمیشہ
اک، سرد آہ دبی ......

اَن دیکھے کی تمنا

میرا دوسرا عشق زمیں سے ہے
پہلا صیغۂ راز میں رہنے دیتے ہیں
زمیں سے آگے کچھ دیکھنا چاہتی ہوں
کائنات کے مظاہر کس فیبرکس سے جڑے ہیں
کہ مکمل حرکت میں ہیں
پھر بھی اپنی پوزیشن سے ٹس سے مس نہیں ہوتے
کون اَن دیکھی ڈوریاں سنبھالے بیٹھا ہے
اور بساط بچھائے کھیل رہا ہے
اس اَن دیکھے کی تمنا ہے
کہ وہ پاس بٹھائے
اور پھر سارے اپنے کھیل دکھائے

سکتہ

کتنا وقت گزر گیا
کتنی ہی صدیاں جیسے
کتنا پانی پلوں سے بہہ گیا
اور میں وقت کے اسی پل میں کھڑی ہوں
جیسے کوئی پتھر کا مجسمہ وقت میں ساکت ہو جائے
اپنے دل کی دھڑکنیں سنتا ہو
مگر وقت وہیں پہ رک رہ جائے
اس انتظار میں کہ
جب کوئی ایسی ہوا چلے گی کہ
حادثاتی طور پر کہانی کا
اگلا صفحہ پلٹ جائے
تب ہی کہانی کا یہ ساکت کردار

جو مجھ میں سانس لے رہا ہے
آنکھ جھپکے گا
اور اگلا منظر دیکھے گا
تب ہی اس منظر سے آگے کچھ رواں ہو شاید
اور نیا منظر
بے منظری کے حصار سے نکل کے
حقیقت کا سفر طے کرے

میرا دل تو کیا بھرے گا آنکھ نہیں بھرتی
جس طرف دیکھوں پاگل کرتے جلوے ہیں

......

اس قدر حسیں دنیا کہاں بیٹھ کر کیا سوچ کر بنائی تھی
کہ جس طرف آنکھ اٹھائی حیرانی کی پذیرائی تھی

......

درد ایسا ہے کہ تھم کر نہیں دیتا
ضبط ایسا کہ چیخ کو روکے ہوئے

سرخوشی لامحدود ہے

اچھا کھانا
خوبصورت لباس
وسیع گھر
خوب سیر و سیاحت
میوزک، فلمز، گیمز
کتابیں
دوستیاں
رشتے، آزمائشیں
تنہائیاں ......
کتنے محدود پیمانے ہیں جینے کو
خوش رہنے کو
کب تک خوش رہ سکتی ہوں

کب تک دنیا میں بہل سکتی ہوں
اداسی اتنی گھمبیر ہے
اور دنیا کے بہلاوے اتنے معمولی
اور سب ہی جلد یابدیر
بیزار کر دینے والے
ایک بے انت سوچ
بے پناہ اداسی کے سمندر میں اترنے ہی والی تھی کہ
نیلگوں آسمان کی فضاؤں میں
جاڑے کی خوشگوار دھوپ
چمکتے سورج کی نرم گرم حدت کو تاپتے
فضائے بسیط میں پر پھیلائے
ہوا میں اڑتے نرم ہلکوروں میں تیرتے
دو پرندوں کی خوبصورت اڑان کی
مسلسل دلکشی سے
میری نظر مسحور ہو گئی
اور دل نے کہا
سرخوشی لامحدود ہے ......

شکست خوردہ

ہتھیار ڈالنے کو ہے
ایک شکست خوردہ سپاہی
زندگی کے محاذ پر
لڑتے لڑتے بے جگری سے
زخم زخم وجود
شہادت کے منصب پہ فائز ہونے کو ہے
یہ کون سی جنگ تھی
جو میں نے زندگی بھر لڑی
جس میں
نہ کبھی میری جیت ہوئی نہ ہار ہوئی
نہ کوئی تمغہ ملا
نہ کوئی سزا ہی ہوئی

میں دشمن کا سپاہی ہوں
یا اپنی جان کا جانباز
یہ بھید بھی کبھی کھلا نہیں
سدا ہی بے قدری کی نذر
اپنی وقعت کی
وہی مینارۂ جاں جو روشنی کا استعارہ تھا
اسی کی سیڑھیوں پہ میں نے خودکشی کی

دیکھا نہیں تھا خود کو ہنستے ہوئے کئی روز سے
آج دوست ملنے آئے تو زور زور سے ہنستے رہے

......

سفر آغاز ہوا ماضی حال اور مستقبل کا
ایک ہی راستہ کہاں سے کہاں جا نکلا

......

بہت درد ہے بہت درد ہے
مٹی کے اس بت کا مقدر

پچھلے جنم میں

پچھلے کسی جنم میں
میں کسان تھی شاید
جو سارا دن کھیتوں میں
آلو، گاجر، مولیاں، شلجم
سبزیاں اور دالیں بوتی تھی
جھاڑیوں سے بیر اتارتی تھی
اور گھر میں دودھ دوھ کر
مکھن، گھی اور پنیر بناتی تھی
اور دیسی کھانے پکاتی تھی
اس سے اگلے جنم میں
میں گیت گاتی تھی
اور اس سے بھی اگلے جنم میں

میں نے زمین پہ رقص کرنا شروع کر دیا تھا
اگلے جنم میں یہ ساری یادداشتیں
فلسفہ بن کر میرے ذہن پہ نقش ہونے لگیں
اور میں نے خدا کی تعریف شروع کر دی
خدا نے بھی ساری مخلوقات کے بیچ
مجھے اسم اعظم دے کر
اپنا نائب مقرر کر دیا

دیواریں سنتی ہی نہیں باتیں بھی کرتی ہیں
جب آس پاس کوئی نہ ہو اور تیری یاد آ جائے

......

فرض تو نہیں ہم سوال بنے رہیں
سارے جواب دے دیں گے اگر چاہیں

اجنبی اجنبی

یہ ہاتھ بھی میرے ہیں
پاؤں بھی میرے
چہرہ بھی مرا
میرے خدا!
کیوں ہر شے پہ ہے
اجنبی اجنبی لکھا

جس جا پہ ہیں کوئے ملامت ہے شاید
جس کے آگے نہ پیچھے ہے کوئی رستہ
......
ملتے رہے بچھڑتے رہے
جو ساتھ چلا چلتے رہے

بارش

گھر کی چھت ٹپکتی ہو
اور دیواریں بھی کچی ہوں
پھر بارش کی دعا کسی بددعا سے کم تو نہیں ......
جب گندم کٹنے کو تیار کھڑی ہو
اور بارش کو اپنی سی دھواں دار پڑی ہو
یہ بارش نحوست سے کم تو نہیں
ہاں بارش اچھی ہے
جب مرمر کے فرش پہ برستی ہے
چاندی کی چھت پہ ہنستی ہے
کھیتوں کھلیانوں میں کچے دانوں کو بھرتی ہے
ساون بھادوں میں موسم کو بدلتی ہے
پھر بارش، خوبصورت لگتی ہے

Blessings

اس سے خوبصورت بھلا کیا ہو سکتا ہے کہ
آپ زمین سے آلو نکال رہے ہوں
پیار، مولی، شلجم یا گاجر
اور کبھی کبھار مونگ پھلی کے گچھے جھاڑ رہے ہوں
یا ایک سو پندرہ کیلوں کا ایک گٹھا کاٹ کر
پچھلی کوٹھری میں رکھ دیں
دو دن کے بعد دوستوں کے گھر بجھوانے کے لیے
یا کھجور کے درخت سے پیلے پکے ڈوکے
کچھ کھجوریں بننے کے لیے لپیٹ دیں
کچھ پیلے پکے میٹھے ڈوکے اتارتے ہی کھائیں
یا کنول تالاب سے ڈوڈیاں توڑتے ہوں
یا بھیہہ نکالتے ہوں

اور پھر گندم کاٹنے کی سرخوشی تو
یقیناً خوشے دیکھ کر ناچ اٹھیں گے آپ
یہی حال دھان کی بالیاں بھی کر دیں گی
کپاس چننا، ٹماٹر اتارنا، مرچیں توڑنا
نرم و نازک بیلوں سے کھیرے کدو ککڑی توریاں
خربوزے اور بڑے بڑے تربوز اتارنا......
دالوں پھلیوں کے جھاڑ جھاڑنا
کچی امبیاں اتارنا
پال لگانا جی بھر کے آم کھانا
امرود توڑنا
لیموں نارنگیاں اتارنا
خوبانی، سیب، انار اور اخروٹ، بادام
کچھ مربے، کچھ چٹنیاں، کچھ اچار بنانا
ناریل کا پانی پینا
کچا ناریل، پکا کھوپرا چبانا
میٹھا بنانا
الائچی، شہد، شکر، میوے، بادام ڈالنا
دودھ مکھن، گھی، دہی، پنیر نکالنا

روز چوپڑیاں کھانا
کبھی بہتی ندی میں پاؤں ڈالنا
کبھی دریا کنارے
ثابت مچھلی کوئلوں پہ بھوننا
من چاہی سمندری غذاؤں کا ذائقہ لینا
اڑتے پرندوں کو گننا
نرم سبزے پہ چلنا
ہوا میں خوشبو کا اڑنا
بکری کے بچے کا کودنا اور اچھلنا
بچوں سے گود بھرنا
ہنسی اور قلقاریوں میں ہنستے ہی جانا
نت نئے دن منانا
تہواروں کی رونق سے جی بھر نہ پانا
اور ...... اور ...... اور ......
بہت کچھ ہے ...... بہت کچھ ہے
زندگی میں ......
جو ایک سے بڑھ کے ایک خوبصورتی
سکھ سکون اور خوشی کا باعث ہے

دھوپ، سردی، گرمی، خزاں اور بہار
موسموں کا تغیر برسات، برفباری
ایک کا لطف دوجی پہ بھاری
چاند سورج اور ستاروں کی بے شماری
حسن فلک کی شاہ کاری
خالق کے ہاتھوں سے زمین پہ دستکاری
گن نہ پاؤ گے دوست
سچ یہی ہے دوست
رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

درد کی اس قدر فراوانی رگ و پے میں
اف یہ طوفانِ وحشت و بلا میرے لیے

......

میرے سوال ایسے دلچسپ تھے
گونگی کائنات بھی بولنے گی

زمان و مکان

زمان و مکان کیا ہے؟
پھیلاؤ ہے اک ترتیب سے پھیلا ہوا
میں وقت کے روز ازل میں ہی ہوں
مگر پھیلاؤ کی وسعت میں
بہت دور جا پڑی ہوں
اتنی دور کہ مجھ تک
روشنی کو آتے آتے بھی
کئی نوری سال لگ جاتے ہیں
سو ازل سے ......
میرے مرکز سے فاصلہ تشکیل ہوگیا ہے
ازل کسی اور مکاں پر ہے
میں کسی اور جہاں میں ہوں

ازل کسی اور ساعت میں ہے
میں کسی اور وقت میں ہوں
بگ بینگ
زمان و مکان تشکیل دے گیا ہے
وگرنہ
سب مسلسل اک گردش رواں میں ہے
زمانہ ہے ٹھیرا ہوا
مکان ہے بکھرا ہوا......
اس بکھرے گورکھ دھندے نے
زمان و مکان طے کر دیا ہے
ورنہ مجھے قسم ہے
میں وقت کے پہلے لمحے میں ہوں
اور آخری لمحے میں بھی ہوں
اگرچہ کوئی پہلا یا آخری لمحہ نہیں
ہر جگہ، ہر وقت
لمحۂ موجود ہی ہے
میں روز ازل میں بھی ہوں
میں روز ابد میں بھی ہوں

ماں

وہ کون تھی؟
الٹی چپل والی ......سیدھے کی الٹے میں
الٹے کی سیدھے میں پہنے، بے ساختہ
میری آمد پہ دوڑ کے آنے والی
وہ پھولوں والی ،موتیوں والی ،دکھوں والی،سکھوں والی
پیروں میں جنت والی
رب کی رحمت کا نشاں
میری پیاری پیاری ماں
جنت تیرے گرد و پیش
آس پاس ہمیشہ رقصاں رہتی تھی
جنت میں جانے سے پہلے ہی
تو اک جنت میں رہتی تھی

بگ بینگ

روز ازل
وقت کا پنڈولیم ہاتھ میں لیے
زمانے کی مسافت طے کرتے
نوری سالوں سے
کچھ تیز رفتار پر
میں نے روزِ ابد کو جا چھوا
اور پھر
محوری گردشوں کے درمیان پھنسے
زمان و مکان کی بے بسی پر
میں، میرا شعور اور میری ہنسی
بگ بینگ کی طرح پھیلتی چلی گئی

باقی سب کچھ فانی ہے

مجھے بتایا گیا خدا ہے
میں نے مان لیا!
اگرچہ مجھے سمجھ نہ آیا کہ کیا ہے؟
اس کے بے شمار عکس میری سوچ میں تیرتے رہے
مگر کوئی بھی اس کی صحیح تصویر
پیش کرنے سے قاصر تھا
میرا ذہن ٹامک ٹوئیاں مارتا ......
ساری ہی باتیں مجھے محیر العقول لگ رہی تھیں
اور دلچسپ بات یہ ہے کہ
میں ہوں ......!
میں ہوں ......!!
کہاں سے آنا ہوا؟

کیسے آنا ہوا؟
کہاں پہ جانا ہوگا؟
کیا ہوں......؟
سب سے بڑا عجائب خانۂ قدرت تو
میری اپنی ذات نکل آئی
میری انگلی کی پور پور
اک عجب نہ سمجھ میں آنے والی کہانی تھی
حیرتوں کے اتنے در مری ذات میں ہی کھلنے لگے
کہ پاگل پن، میری سوچوں کیلئے ایک بے معنی سی چیز تھی
اپنے حیرت کدے سے نکلتی نہیں کہ
کہ کائنات کا عجائب خانہ
مرے سامنے رقصاں ہو جاتا ہے
جو اپنی تسبیح میں قرنوں سے مشغول ہے
مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا
مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا
نہ اپنا آپ
نہ اپنا اطراف ......
میں بے بسی سے جھک جاتی ہوں

اور پھر میرے اندر بندگی کا اک جوہر نمودار ہوتا ہے
جو محبت سے پکارتا ہے
ایک ایسی ہستی کو جو سب جانتی ہے
تخلیق کرنا
نظام چلانا
قائم رکھنا......
بے اختیار میرا ایمان پختہ ہو جاتا ہے
اور میں محبت سے پکارتی ہوں
''اللہ'' تو ہی ہے
بس تو ہی ہے، سب سے بڑی سچائی
میرا اندر گنگنانے لگتا ہے محبت سے
تیری ہی ہے ساری بزم آرائی
تیرا ہی ہے ذرے کا ذرہ بھی
تیرا ہی ہے
بہتا دریا بھی، سمندر بھی
دھرتی کا دل تیرے ہی دم سے دھڑکتا ہے
تو ہی ہے زندگی کا مظہر بھی
تو ہی ہے

بے جان کا اندر بھی
تو ہے ...... بس تو ہے!
باقی سارا تیرا ہی کھیل تماشا ہے
تیرا ہی سارا جلوہ ہے
اے مرے رب!
میرے جانِ جاں
تیرے پیار کے اظہار میں
میرا رواں رواں جھوم رہا ہے
تجھ سے محبت ہو جانا فطری ہے
یہ امر مجبوری ہے
بے خودی کی عادت ہے
میرا سرمایہ میری محبت ہے
میں کیا کہوں؟
بس اک تیری نشانی ہوں
کہ تو ہے
کہ تو ہے
بس تو ہے
باقی سب کچھ فانی ہے

زندگی یا موت

آر پار کا مسئلہ ہے
دریا بیچ بہتی اک کہانی کا
جو کشتی میں بہتی ہے
مانجھی کی سچی ہے
دریا سے محبت بھی
اور کناروں کا پیار بھی
جیسے منزل کی تمنا ہو
اور راستوں کی چاہ بھی
اس کو پانے کی آرزو ہے
اور دل ہے ازلی گمراہ بھی

بے انت فلسفہ

سوچ کے سمندر میں ڈولتی ناؤ
تیرتے تیرتے
خستگی سے ابھرتی ڈوبتی رواں ہے
اور کنارہ ...... دور تک کوئی نام نہ نشاں ہے
کہاں ٹھکانے لگاؤں اس کو
کہاں میں بھی تھکی ہاری کچھ آرام کروں
میرے ہاتھ پتوار چلا چلا کر شل ہو گئے
اور یہاں کوئی کنارہ ہی نہیں ......
بے انت سمندر میں کیسے پار کروں؟

دنیا نہ جانے کب سر کر پائے گی یہ کائنات
جو اک قلندر کے آگے سمٹ سی جاتی ہے

اک کوہِ گراں ہے

اس جہدِ مسلسل سے شل ہیں
تھک جائیں گے گر جائیں گے
اک کوہِ گراں ہے
اور تیشہ بھی نہیں موجود
اور ہمت بھی جیسی تھی
آدھی بھی نہیں رہ پائی ......
بھلا ناخن سے کوئی کیسے
جوئے شیر کو لانا تدبیر کرے
جینے کی کیا ہو کہ ترکیب کرے

پی لیا ہے پانی پھر
بات تیری نگلنے کو

روح کھل اٹھی

پیروں سے خود کو کاٹ کاٹ کے
چھوٹا کیا
سر سے خود کو جھکا جھکا کے نیچے
اپنا وجود
مختصر سے مختصر کر کے
ایک دن
دل پہ نظر ڈالی تو
روح کھل اٹھی
کہ دل بہت بڑا ہو چکا تھا

ست رنگا من ست رنگی پریم کی برکھا
ست رنگا من ناچے جوں کرنوں کا جھلکا

کائنات کے تناظر میں

کائنات کتنی عظیم الشان ہے
اور سورج کتنا باوقار
اور اس کی ایک چھوٹی سی بیٹی زمین پر
کشمیر، فلسطین، عراق، لیبیا کی جنگیں ہیں
ایک طرف افریقہ کی قحط سالی ہے
اک طرف بادشاہوں کے قصے ہیں
اک طرف کتنے ہی بچے بھوک سے ہڈیوں کے ڈھانچہ
صرف سانس کے آنے جانے کی حد تک زندہ ہیں
کائنات کے تناظر میں زمین ایک ریت کا ذرہ ہے
اور اس ریت کے ذرے پر کچھ ذروں کے ذروں نے
بزعم خود جانے خود کو کیا سمجھ رکھا ہے
خود کو ہی جیسے خدا سمجھ رکھا ہے

بے وقعت

تم کیا ہو؟ اس بے کرانی میں
جہاں کائنات میں
کھربوں کھربوں نوری سال کی دوری پہ
ستاروں اور کہکشاؤں کی تعداد اتنی ہے
جتنے صحرا میں ریت کے ذرات یا
اس سے بھی بڑھ کر ......اور تم !
ایک چھوٹی سی کہکشاں کے
چھوٹے سے ستارے کے
ذیلی سیارے کے
چند گز کے کونے میں رہنے والی
بزعم خود ''میں ...... میں'' کرنے والی مخلوق
تجھے زمین کا سب سے اچھا ذہن دے کر
اس عظیم الشان جہل سے کیوں نوازا گیا ہے
کہ تو نے خود کو ہی مرکزی کردار سمجھ لیا!!

کبھی کبھی

کبھی کبھی
کائنات کے ایسے پیچیدہ اسرار سوچ کر
جس کی تہوں میں
لامحدود نوری سالوں کی عظیم الشان کہکشائیں
اور کھربوں در کھربوں ستارے
اور پتہ نہیں کون کون سے نظام چل رہے ہیں
گھبرا کر دل چاہتا ہے معصوم سی زمین کا کہ
خودکشی کر لے، مگر
پھر زمین حیران ہو کر یہ خیال بھول جاتی ہے
جب دو لوگوں کو
بس کی ایک نشست کے لیے لڑتا دیکھتی ہے
یا...... روٹی کی جنگ

یا......ملکوں کی جنگ
زر زن زمین کے سارے فسادات، اور
ہر سو سال بعد یا اس سے بھی پہلے
نئے مردوں سے آباد ہوتا قبرستان
زمین دیکھتی ہے ......سوچتی ہے
خودکشی سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے
میرا انجام ......
وہ کائنات کی بے کرانی دیکھ دیکھ کر روتی ہے
اور اپنی بے بسی پہ جوں دن رات
جیتی اور مرتی ہے
سوچتی ہے
یہ سورج
سوا نیزے پر آ کر
مجھے نگل کیوں نہیں لیتا
قیامت اگر ہے تو
اتنی دور کیوں ہے؟

زندگی اب بھی خوبصورت ہے

ترس رہے ہیں ان مناظر کو
جو ایام گذشتہ میں زندگی کا روزمرہ تھے
زندگی اب بھی خوبصورت ہے ......
اپنے حساب سے ہر دور میں اپنی دلکشی بھی رکھتی ہے
جواں دلی کہنے کو مصنوعی سانس بھی رکھتی ہے
اور جوانی کا خوامخواہ کا احساس بھی رکھتی ہے
......مگر ہنسی وہ ہنسی
وہ خوشی اور بےفکری کہاں اپنے پاس رکھتی ہے
نہ ہوا کے دوش پہ اڑتا وجود
نہ بےفکری کی دھن پہ ناچتا من......
کہنے کو سارے ہی اسباب بہم رکھتی ہے
مگر اک خوشی ہے کہ کم رکھتی ہے

وقت ہے روٹھا ہوا

کرچیاں یہ اٹھاؤ دیکھو تو
آئینہ ہے یا دل ٹوٹا ہوا
گم ہے عکس سایہ بھی
تم ہو یا وقت ہے روٹھا ہوا

بشاشت سے یونہی جو بات کرو گے
کون سمجھے گا دل آزردہ ہے
......
تیرتا ہے رگِ جاں میں زہر جیسے
تلخی ایام کے معنی لے کر

کچی مٹی کا آنگن

ایک پرانا سا گھر
کچی مٹی کے آنگن والا
جس کے بیچ میں
ایک گھنے درخت کا سایہ ہو
ایک بوڑھا حقہ گڑ گڑاتا ہو
ایک بوڑھی کچھ بناتی ہو
اک عورت ساگ پکاتی
اک شخص بھینس نہلاتا ہو
اک بچہ پتنگ اڑاتا ہو
اک بچی گڑیا سجاتی ہو
کبھی کبھار
اک عذرا ان کے گھر مہمان بنے

جنگ

سارے ہتھیار کند ہیں
لڑنے کا حوصلہ بھی پسپا ہے
مگر میں ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں ہوں
یہ زندگی کی جنگ ہے
لڑنا تو پڑے گی یارو!

اتنا قریب تو چاند کبھی دیکھا نہ تھا
ایسی رات سے کبھی سامنا ہوا نہ تھا

......

عاجز ہوا وہ معجزۂ مسیحائی بھی
اک زخم بھرتا ہے دوسرا کھل جاتا ہے

سانحہ

اب ساتھ بیٹھ کے ہنسنے کو کوئی نہیں
رونے والے تو بے شمار ہیں
ہنسی یوں بھی ناپید ہے
اور دل سے ہنسنا تو ایسے عالم میں
کہ جب چوطرف ہوں روتی خبریں
روتے چہرے
غمزدہ آنکھیں
چوراہوں پہ رکھی لاشیں ......
کوئی کیا کرے ؟
اور کیسے کرے ......
اور کب تک کرے؟
پرسہ بھی اک حد رکھتا ہے
دلاسہ بھی کوئی کب تک دے

اور مذمت تو ......
مذمت ہی رہ جاتی ہے
ہر اک بات تھکائے چلی جاتی ہے
کہ جوں کا توں
ایک بے بسی کا منظر ہے ٹھہرا ہوا
اور ایک سفاک سا قاتل چہرہ
جو رنگ بدل بدل کے
میرے شہروں میں گشت کیا کرتا ہے
اور ایک منظر کے آنسو روتے روتے
دوسرا کوئی حادثہ رونما ہو جاتا ہے

کہیں کسی جا ٹھکانے بھی لگے
درد کو سمجھاؤ دل کی مانے

......

یہ درد نہیں بس اک بہانہ ہے
رات کا سلسلہ جو چلانا ہے

چیتھڑے

وہ ابھی سوچ رہے ہیں اپنے بارے میں
ہم نے سوچ کے بخیے ادھیڑ بن بھی لیے
اور چیتھڑے ہوا میں اڑا بھی دیئے
ہاہاہا......
آج کل ان چیتھڑوں کی
پتنگیں اڑایا کرتے ہیں
کیسا پیچا ہے؟
یہ دل جانے یا رب جانے

دل کے معاملے نمٹ گئے ہیں سارے
اب جان کے عارضے لاحق ہیں

بسکٹی وجود

میں چلتی پھرتی بیٹھ گئی ہوں
ہوا کو ایڑ لگا کر
جو اس سے آگے دوڑا کرتی تھی
جانے کیوں ہانپ رہی ہوں ......
میرے ربا!
عناصر فطرت سے تو ہاری سو ہاری
خود سے بھی ہار گئی ہوں
اور یہ شکستگی میری جاں پہ بھاری ہے بہت کہ
خود کو ٹکڑا ٹکڑا دیکھ رہی ہوں
جیسے کوئی بسکٹ خوامخواہ ہی بھرتا جائے
اور چائے میں ڈالا نہیں کہ آدھا گھل جائے
چلو چھوڑو عذؔرا چائے پیتے ہیں

ناسٹیلجیا

جی کرتا ہے
اک بار پھر سے
زندگی شروع ہو
وہی جو گزری ہے آج تک
پھر سے گزاروں......
دکھ دیتے لمحوں کو سمجھاؤں
کوئی بات نہیں گزر جاؤ گے
اور خوشیوں کی گٹھڑی باندھ کے
ہمیشہ ہمیشہ کے لیے
اپنے پاس رکھ لوں
بے خبری میں گزری ہے سب
اب کی بار

ذرا سمجھ کے ساتھ گزاروں ......
لمحوں کو جانے نہ دوں اپنے ہاتھوں سے
وقت کو قید کر لوں اور
ہر لمحہ جو تیرے ساتھ تھا
سو سو بار گزاروں ......

الف لکھ کے سوچیں پے گئی
باں باں کر دی میری کملی ذات
......
دل کو لگائیں گے ہم دنیا داری میں
خود کو بہلائیں گے اپنی خاطر داری میں
......
دھند، کہر اور رستہ بھیگا بھیگا ہے
درد دھواں اور چشمہ بھیگا بھیگا ہے

عام انسان

زمانہ سست روی سے چل رہا ہے
میرے لیے
اور صرف میرے جیسوں کے لیے
جن کا کوئی پرسانِ حال ہی نہیں
اتنی دور بیٹھے خدا کے سوا ......
میرے حصے کا اناج جہاں اگتا ہے
وہ اسے کہیں اور بیچ دیتا ہے
سکوں کے عوض
کہ میرے ہاتھ خالی ہیں
اور میری استطاعت بے بسی
میرے حصے کا کپڑا جس مل میں بنتا ہے
وہ کبھی چلی ہی نہیں

میرے حصے کی دھرتی
سب ساہوکار لے اڑے ہیں
محل بنانے کے لیے
میرے لیے بھوک، مفلسی، بے چارگی اور آوارگی بچی ہے
زمانہ سست روی سے چل رہا ہے
کسی کو ہوش ہی نہیں
کہ میں سسک سسک کے مر رہا ہوں

طے ہوئے سب مرحلے شوق کے
ترکِ جاں کب ہو، خدا جانے!

......

میرے اندر اک بچہ ہنستا ہے
دکھ کی ساری باتیں کرکے

......

کس قدر چھپاؤ گے درد کو نئے لبادے میں
مسکراتے ہو تو آنکھ کی نمی بول دیتی ہے

کچھ وقت ٹھہر

اتنے آئے کہ کوئی پوچھتا نہیں
اتنے گئے کہ کوئی سوچتا نہیں
یہی دستور زمانہ ہے
زمانہ بھی
جو اک وقت تیرا زمانہ ہے
کچھ وقت ٹھہر ......
بیگانہ ہے سراسر بیگانہ ہے

لہو میں تیر رہی ہے فکر مسیحائی
دوا سے کام چلے گا یا دعا ضروری ہے

......

وہ خوبصورت چہرے کہاں ہیں
جن سے دل روشن رہتا تھا

بائیوگرافی

ایک دن وہ پیدا ہوا
اس نے کھیلا
اس نے جھیلا
اس نے پایا
اس نے کھویا
اس نے جیا
اس نے سہا
اور ایک دن
وہ مر گیا

کہانیوں کے کردار تھے شاید منظروں سے نکل گئے
وہ خوبصورت لوگ جو کبھی مری زندگی کا حصہ تھے

سورج

موسموں سے مرا تعلق بنیادی ہے
جیسے شام وسحر سے اضافی ہے
سنو ذرا!
دھوپ کے مکیں
دھرتی کے عاشق نامدار
اے پدر و پسر خانۂ خراب، آدم زاد
میں تمہاری محبوبہ زریں نگیں
خوش رو، خوش جمال دھرتی
خوش نگیں کا اجداد
میرا نام
مہر شمس آفتاب سکنہ آسمان ہے
اورعرفیت عام میں مجھے سورج کہتے ہیں

بہت سے تم میں مجھے کوئی سروکار ہے، نہ رہا
مجھے اپنی ہی آگ میں جلنا تھا، سو جلتا رہا
کہ یہ جلنا میری زندگی کی نمود ہے
بجھ گیا تو ......
میری آخری سانس
تمہاری آخری سانس بھی ہوگی
میں سورج ہوں
مہربان اور شفیق بھی بہت
اور جب قہر میں آؤں تو
سوا نیزے پر بھی آ سکتا ہوں!!

سب نڈھال ہیں اداس ہیں رنجور ہیں
اے عمر رفتہ ترے وار بڑے بھرپور ہیں

......

مرے حضور! دعویٰ یہ مناسب نہیں بالکل بھی
جو آپ درویشی کا پیرہن پہن کے کرتے ہیں

سکھ کی کشتی

خود کو وقت کے حوالے کر دیا
جہاں لے جائے اس بہتے دریا کا دھارا
موجوں کی موج میں ہوں
لہر سی اک لہر میں ہوں
جیسے کوئی بادباں
ہواؤں کے سحر میں ہوں
کنارے کی تمنا یا جستجو
کسی نئے جزیرے کی تمنا
کچھ نہیں!
بس بہنا اور بہتے رہنا
یہی ہے منشا، یہی مقدر، یہی خیال
جو بہہ رہا ہے لہروں پر

ہر اگلی موج
لہر اور کنارے سے بے نیاز
اک احساس ہے
اگرچہ کوئی خواب نہیں اب آنکھ میں
کوئی منزل نہیں اب انتظار میں
کوئی کنارہ نہیں آرزو
کوئی تمنا نہیں اب چاہ میں ......
اور میں کتنے آرام سے ہوں
سکھ کی کشتی پہ سوار
وقت کی نیا لہریں اور منجدھار
اِس پار یا اُس پار
میرے لیے سب جزیرے ایک سے ہیں
سارے کنارے بھی ایک جیسے
اور دریا بھی بے معنی
ساتھی سنگی جان کا رونا دھونا سب بے کار
چل بھئی...... چل اگلے پار
جس سمت تیرا منہ اٹھے
چل دے بے پرواہی سے

ہم معصوم لوگ ہیں

ہم معصوم لوگ ہیں
چھوٹی چھوٹی باتوں پہ خوش ہو لیتے ہیں
اپنے پیچھے جاگیریں نہیں رکھتے، نہ ہی اثاثہ جات
اپنے کمرے کی نئی سیٹنگ پہ خوش ہو لیتے ہیں
نہ امیدیں ہم نے پالیں آسمانوں کو چھوتی
نہ خواب دیکھے انھونے سے
گھر میں، گر کچھ اچھا پکے
کھا کے خوش ہو لیتے ہیں
نہ ہمارے خواب سچے تھے
بڑے بڑے شاپنگ مالز میں
لنڈے کی اک نئی جرسی پہن کے خوش ہو لیتے ہیں
نہ ہم نے دیکھے خواب دنیا کی سیر کے

یا نت نئے ہنگاموں کے
شہر کی شاہراہ پہ موجود
لوگوں کی رونق دیکھ کے خوش ہو لیتے ہیں
معمولی سے خواب ہمارے معمولی سی تعبیریں
نہ بھی پورے ہو پائیں تو
کسی اور بات پہ خوش ہو لیتے ہیں

زمیں پہ نظر آسماں پہ سر ہے
کون یہ مجھ سا میرے چاروں طرف ہے

......

پاگل کوئی ایک نہیں ہے اس دنیا میں
سارے سر سوچنے والے پاگل ہیں

......

منظر کو دیر تلک دیکھنا تھا ٹکٹکی لگا کے
وقت نکل بھاگا ہاتھوں سے ڈگڈگی بجا کے

میری باتوں پہ نہ جانا

اس سوچ میں نہ رہنا
کہ میں سراسر اپنی باتوں جیسی ہوں
گرچہ لگتی ہوں صحرا کی پیاس
مگر میں چنچل بارش جیسی ہوں
سنو......!
میری باتوں پہ نہ جانا
میں کچھ ایسی ہوں ، کچھ ویسی ہوں......!

صدیاں گزریں نہیں دیکھا خود کو
آئینہ بھی کب پہچانے گا مجھ کو

بات صدیوں کی ہے

بات صدیوں کی ہے
صدیوں تلک جائے گی
چند گھڑیوں میں کیا
ہجر کی رت یہ گزر جائے گی
تم نہ ہو گے تو کیا
محبت یہ مرجائے گی؟

وقت کو اپنی سی کرنے دو
وار ہر اک سہنا ہے، سہہ لو

......

ذہن تھک گیا ہے لڑتے لڑتے
یہ جنگ جس کا نتیجہ بھی نہیں کوئی

سرد موسم

سرد موسم ! تیرا قرض ہے مجھ پہ
جو موسم گل نے اٹھا رکھا ہے
ادا کرنا فرض ہے مجھ پہ
تیری پذیرائی کو
آگ بھی ہے ، برف بھی ہے
محبت بھی ہے، دل سرد بھی ہے
سودا ہے، جنوں بھی
آہ بھی، فسوں بھی
خاک بھی ہے، چنگاری بھی
ناکام سا اک جشن بھی ہے
تنہائی مناتی ہے جسے
یاد کیے جاتی ہے اسے......

آتش دان

اب نہیں مان رہا دل کہ
آتش دان کے پہلو سے اٹھوں
اک سرد بستر کے ہجر میں
راکھ ہے تو راکھ ہی کریدوں اب
اس قدر سرد ہے رات
اور ......
اور کہیں کوئی ذی روح بھی نہیں

ہے اب ارادہ کہ چپ بیٹھ رہیں
ہر اک تمنا سے دست بردار ہو کے

میرا کینوس

وہ جو تصویر بن رہی ہے
وہ میری نہیں ہے!
کرداروں سے میرا کینوس بھر گیا ہے
ہر کردار پہ اپنا چہرہ لگا کے
نت نئے زاویوں ،لکیروں اور
دائروں کی تجرید سے میں الجھی ہوں
اپنی تصویر سے میں الجھی ہوں

بڑے بڑے درویش دکھائی پڑتے ہیں
اور اندر سے مہا پاپی ہی نکلتے ہیں

اتنی سردی ہے

اتنی سردی ہے
جتنی ہو سکتی ہے
پھر بھی کم ہے
اس پہاڑی سے
جو برف سے سفید ہو گئی ہے
اور دسمبر کی سرد مہری جھیل رہی ہے
میری طرح ہی
اداس، اکیلی، سرد اور ویران

تنہائی اختیاری ہے مگر
گلہ ترے نہ ہونے کا ہے

جینئس اور پاگل پن کے بیچ

میرے دماغ میں گلہریاں دوڑ بھاگ رہی ہیں
اخروٹ اخروٹ کھیلتی ہوئی
مینڈک بے تال سر گا رہے ہیں
اور...... اور ......
ٹڈی دَل گندم کا خوشہ سمجھ کر
اپنے کام میں جتی ہوئی ہے
اور میں کمرۂ امتحان میں بیٹھی
بائیولوجی
یعنی علم زندگی کے پرچے میں
فزکس کی کوانٹم تھیوری حل کر رہی ہوں
کبھی تھیوری آف ریلیٹو یٹی پہ آ جاتی ہوں
اور اپنے مقام کے تناظر میں

کائنات کو ڈیفائن کرنے کی کوشش میں ہوں
آئن سٹائن کی طرح
سر جھاڑ، منہ جھاڑ
کبھی سمٹ جاتی ہوں اپنے آپ میں ہی
اور کبھی نکل جاتی ہوں کائنات سے ہی
مسلسل دوڑ رہی ہوں
جینئس اور پاگل پن کے بیچ

کتنی پریشانیاں ہیں
کتنی الجھنیں ہیں
کتنی دلآزاریاں ہیں
کتنی بے اختیاریاں ہیں

نروان کا حصول

نروان کا حصول دشوار تو ہے
پر ایسا بھی نہیں!
میں جو اس سیڑھی پہ پاؤں دھر چکی ہوں
اور پر جانے کی آرزو سے بھی بے نیاز ہوں
اور پاتال بھی بے معنی ہے
اطمینان کا ایک سمندر ہے
اور میں اپنی کشتی پہ سوار
نروان کی پرسکون لہروں میں تیرتی
ہوگئی ہوں ...... سب سے بے نیاز!
میرا کوئی رشتہ نہیں ......کسی سے بھی
اٹھا لو ان سارے ترپ پتوں کو
اور مجھے ...... میرے ساتھ رہنے دو!

سراب

مایوسی رقم ہوتی رہی
بے ارادہ......
کہ دور تک سراب ہی تھا
جو سبز باغ کا عکس لیے
دھوکہ دے رہا تھا
میرا ادراک مجھے بتا چکا تھا
میں نے آس پاس سے لاتعلقی ظاہر کر دی......
اور اپنی تنہائی کے شدید احساس میں مبتلا
اپنی مرضی کے منظر بنا کے وقت گزاری کو
سراب کے بالمقابل
اک اور سراب جیسی کائنات تشکیل کر دی
اور ہنس دی ......!

دل کیا چاہتا ہے

دل کیا چاہتا ہے
سمجھ نہیں آتا
آرزوئیں ختم شد
خواہشیں ختم شد
ڈھیروں ڈھیر لمحے ہیں
بے کیف سے
بیزار سے
بوجھل سے ......
اک کہن سالہ وجود ہے
بیزاری سے نبرد آزما
کبھی کسی بہانے
کبھی کسی حیلے

وقت کی مسافتوں سے جوجھتا
صدیوں پرانا کھنڈر جیسے
کہیں سے گرا
کہیں برقرار
کہیں منہدم
کہیں شہکار
وہ سورج بھی ڈوبتا
اماوس کی رات بھی دور نہیں
اندھیرا ہے بے پناہ
اور کچھ بھی نہیں
سوائے غصے، بے کیفی اور چڑچڑاہٹ کے
خدا کی دنیا اتنی مختصر تو نہیں تھی
کہ دل اتنی جلدی بھر جائے
اور ہر شے سے اکتا جائے

نئ صبح

میری صبح اپنے پسندیدہ مناظر کے ساتھ طلوع ہوتی ہے
اور میری چشم تصور منظر پہ منظر بنا رہی ہے
جس میں صبح شہر کی زندگی اور رونق متحرک ہے
میں ہر منظر کا مرکزی حصہ ہوں
کبھی موٹر سائیکل پہ مفلر لپیٹے
لنڈے کی چرمئی موٹی جیکٹ پہنے
منہ سے بھاپ نکالتے
دکانوں پہ ڈبل روٹی انڈے سپلائی کرتا لڑکا
یا بے حد مصروف دکاندار
جسے صبح کے گاہکوں سے فرصت نہیں
دودھ دہی کی دکان پر
نان چھولے اور پراٹھے والوں کو الگ بھگتانا ہے

بھائی! مجھے جلدی دو......
دفتر کو دیر ہو رہی ہے
یہ آواز بھی میری ہی ہے
پھر میں صبح کی مصروف سڑک پہ ہوں
سب کو جلدی ہے
سگنل پہ رش
ایک ایک منٹ کا ٹائم گنا جا رہا ہے
پی پاں...... پی پاں
سب بے قابو
آگے پیچھے کٹ مارتے
نکلنے کو سرگرداں ہیں
آگے ایک مصروفیت بھرا دن
منتظر ہے سب کا
اس نیم بوڑھے کو دیکھو
کیسے اونچک نیچک
پگڈنڈی پہ دوڑا چلا جا رہا ہے
لوئی لپیٹے
گھاس کا گٹھا گڈے پر لادے

قصبے میں چارا پہنچانا ہے
پھر اخبار والا رول کیا اخبار اچھال گیا
اور یہ جا وہ جا ......
سائیکل کی اسپیڈ بھی جادو ہے
اور موٹر سائیکل تو منی جہاز ہے
صبح صبح یہ یونیفارمی مخلوق!
پا پیادہ، ویز، رکشہ و موٹر سائیکل کے پیچھے دو تین بیٹھے
کچھ ادھ سوئے آدھے جاگے
کچھ ہشاش بشاش
اسکولوں کی سمت رواں ہیں ......
چمکیلے چہروں چمکیلے بیگوں اور اجلے یونیفارمز کی طرح
سارے چہرے ہی چمکدار ہیں
سورج اپنی چمک
سب کے چہروں پہ مل رہا ہے!

یاد نہیں

گفتگو کا شوق تھا
کبھی ...... یا نہیں
یاد نہیں
ہاں اتنا یاد ہے کہ ذوق تکلم
خاموشی سے بامعنی ضرور تھا
جب تک تہہ در تہہ
خاموشی کی پرتوں نے کھل کر
خود کلامی
اور پھر بے زبانی کا شہد آگیں
ذائقہ نہ چکھا تھا

حد ہے کہ اب تو تلخ ہوگیا ہے
کسی کا بھلا سا نام لینا بھی

عمر کے دوراہے پر

عمر اس دوراہے پر ہو
جب آپ وقت کو پیچھے کھینچ رہے ہوں
اور وقت آپ کو آگے دھکیل رہا ہو
کل کی آرزو ابھی زندہ ہو
آج حسرت جاں کے شگوفوں سے بھرپور ہو
اور اک دور حزیں
دو قدم پہ ناطہ جوڑ رہا ہو
نہ جینے کی سمجھداری ہو
نہ مرنے کی تیاری ہو
اس گومگو میں
دن پہ رات ،
رات پہ دن بھاری ہو

تو کوئی کیا کرے......؟
سوالیہ نشان بھی سارے الٹے ہوں
جواب بھی سارے ادھورے
وہ بھی وقت دینے سے عاری ہو
تو کس سے پوچھیں
کیا کہیں ...... کیا کریں......؟

اتنا کات لیا ہے پریم کا سوت کہ سوچ میں ہوں
صدیاں کہاں سے لاؤں گی ہنڈانے کو

......

دکھ بہت تھے زندگی میں مگر
ماں کو سنانے کا حوصلہ نہ ہوا

......

غصہ ہے ہم کو بھی بہت آتا ہے
اور پھر خود پہ ہی اتر جاتا ہے

بلیک اینڈ وائٹ

بلیک اینڈ وائٹ
رات دن ہیں ......برسوں سے
ہزار ہا رنگوں سے بھری
تری تصویر کی طرح
مری تقدیر کہاں......؟
مرے دن رات بھی کب؟

بڑی مہارت سے کھیلی ہے اس نے چال
مرے لبوں پہ رہ گئے، سوال ہی سوال

......

تم سے جو ہوا وہ تم نے کیا
ہم سے جتنا ہوا، ہم نے سہا

میرا اندر اُداس ہے

موسم کے اس مزاج میں
سرد مہری سمجھ میں آتی ہے
کچھ رویے سمجھ نہیں آتے
میرا اندر اُداس ہے
دل کے آس پاس
برفباری کے طوفان سے
میرا اندر اداس ہے ......
میرا تو اور کوئی
انتظام بھی نہیں
ان گرم ہاتھوں سے بڑھ کر
مرے پاس تو
اک آتش دان بھی نہیں ......

مرا آئینہ

مرا آئینہ !جھوٹ پہ جھوٹ بول کے ہلکان ہوگیا
مجھ سے شاکی رہنے لگا
میں تسلی دیتی ہوں روز اسے ......ایک دن تو ضرور
اک حسن بے مثال کی شکستگی جھیلے گا
ہنستے ہنستے...... وہ طنزیہ ہو جاتا ہے
اور پھر میں ہلکا پھلکا طنز و مزاح کر کے
اسے ہنسا دیتی ہوں
وہ واقعی دل سے مسکرانے لگتا ہے
میں ترچھی نظر سے سوال کرتی ہوں؟
وہ بانکپن سے سچ بولتا ہے
’’تم بہت خوبصورت ہو‘‘
گنگ حیرانی اسے شکستہ کر دیتی ہے
اور غرورِ حسن میری آزردگی کو کم نہیں کر پاتا

دکھ

دشمن کا سپاہی بھی کوئی مرتا ہے
تو ایک لمحہ کے لیے
میری دھڑکن رک سی جاتی ہے
میرا دل غم سے بھر جاتا ہے
اس کی بھی کوئی ماں تو ہوگی؟
ہائے......
آج کہیں پہ روتی ہوگی
یہ جنگیں کیوں کی جاتی ہیں ؟
ماؤں کو رلانے کے لیے؟
دہشت گردی کیوں ہوتی ہے
ماں جب روتی ہے
یقیناً خدا بھی روتا ہے!!